عصر حاضر اور نوجوان

مجتبیٰ فاروق

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق ۱۵ سال سے لے کر ۲۴ سال تک کی عمر کو نوجوان کہا جاتا ہے ۔ اسی میں بچپن اور لڑکپن کا دور بھی شامل ہیں ۔ World Population Statistics کے مطابق دنیا کی کُل آبادی میں ۵۰ فی صد آبادی ۲۵ سال سے نیچے کی عمر پر مشتمل ہے۔اس کا مطلب ہے کہ نوجوانوں کی آبادی بڑھتی ہی جارہی ہے۔

نوجوانوں کی اہمیت

قوتوں، صلاحیتوں، حوصلوں، اُمنگوں، جفاکشی، بلند پروازی اور عزائم کا دوسرا نام نوجوانی ہے ۔کسی بھی قوم وملک کی کامیابی وناکامی ،فتح وشکست ، ترقی وتنزل اور عروج وزوال میں نوجوانوں کا اہم کردار ہوتا ہے ۔ ہر انقلاب چاہے وہ سیاسی ہو یا اقتصادی ،معاشرتی سطح کا ہو یا ملکی سطح کا، سائنسی میدان ہو یا اطلاعاتی ونشریاتی میدان، غرض سبھی میدانوں میں نوجوانوں کا کردار نہایت ہی اہم اور کلیدی ہوتا ہے ۔روس کا انقلاب ہو یا فرانس کا،عرب بہار ہو یا مارٹن لوتھر کنگ کا برپا کردہ انقلاب، ہرانقلاب کو برپا کرنے کے پیچھے نوجوانوں کا اہم حصّہ کارفرما رہا ہے۔ ماضی میں بھی جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے ہر چھوٹی بڑی تبدیلی نوجوانوں ہی کے ذریعے آئی ہے۔ زمانہ حال میں بھی ہر چھوٹی بڑی تنظیم یا تحریک چاہے سیاسی ہو یا مذہبی، سماجی ہو یا عسکری، ان میں نوجوان ہی پیش پیش ہیں۔ مستقبل میں بھی ہر قوم وملک اور تنظیم انھی پر اپنی نگاہیں اور توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔

اب قرآن مجید کی طرف رجوع کریں گے کہ وہ نوجوانوں کی اہمیّت اور کردار کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ قرآن مجید اصحاب کہف کے حوالے سے نوجوانوں کا کردار اس طرح سے بیان کرتا ہے: ''ہم ان کا اصل قصہ تمھیں سناتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی''۔ یہ وہ نوجوان تھے جنھوں نے وقت کے ظالم حکمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر رب العالمین پر ایمان لا کر حق پرستی کا اعلان کیا۔

اللہ تعالیٰ ان کے عزائم و حوصلے اور غیر متزلزل ایمان اور ان کے عالم گیر اعلان کے بارے میں اس طرح فرماتا ہے: وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ○ (الکھف ۱۸:۱۴) ''ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا رب بس وہی ہے جو آسمانوں ورزمین کا رب ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے''۔

ان چند نوجوانوں نے اپنے زمانے میں جو کردار ادا کیا وہ تمام نوجوانوں کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ اسی طرح سے قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والے چند نوجوانوں کا تذکرہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ کو قوم نے ہر طرح سے جھٹلایا لیکن وہ چند نوجوان ہی تھے جنھوں نے کٹھن حالات میں حضرت موسیٰؑ کی نبوت پر ایمان کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ (یونس ۱۰:۸۳) ''موسیٰؑ کو اسی قوم میں سے چند نوجوانوں کے سوا کسی نے نہ مانا، فرعون کے ڈر سے اور خود اپنی قوم کے سربراہ لوگوں کے ڈر سے کہ فرعون ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا''۔

مذکورہ بالا آیت میں ذریۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بہت ہی جامع اور معنی خیز ہے۔ سید مودودیؒ نے ذریۃ کی تشریح پُرمغز انداز میں اس طرح کی ہے: ''متن میں لفظ ذریۃ استعمال ہوا ہے جس کے معنی اولاد کے ہیں۔ ہم نے اس کا ترجمہ نوجوان سے کیا ہے۔ دراصل اس خاص لفظ کے استعمال سے جو بات قرآن مجید بیان کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اس پُرخطر زمانے میں حق کا ساتھ دینے اور علم بردارِ حق کو اپنا رہنما تسلیم کرنے کی جراءت چند لڑکوں اور لڑکیوں نے تو کی مگر ماؤں

اور باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ان پر مصلحت پرستی اور دنیوی اغراض کی بندگی اور عافیت کوشی کچھ اس طرح چھائی رہی کہ وہ ایسے حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے جس کا راستہ ان کو خطرات سے پُرنظر آ رہا تھا"۔ (ترجمہ قرآن مع مختصر حواشی، ص ۵۶۵-۵۶۷)

احادیث رسولؐ میں بھی نوجوانوں کے کردار اور ان کے لیے رہنما اصول کثرت سے ملتے ہیں۔ نوجوانی کی عمر انسان کی زندگی کا قوی ترین دُور ہوتا ہے۔ اس عمر میں نوجوان جو چاہے کرسکتا ہے۔ انسان اس عمر کو اگر صحیح طور سے برتنے کی کوشش کرے تو ہر قسم کی کامیابی اس کے قدم چومے گی اور اگر اس عمر میں وہ کوتاہی اور لاپروائی برتے گا تو عمر بھر اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جوانی کی عمر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر فرد کے لیے ایک بڑی نعمت ہے۔ اسی لیے اس کے بارے میں قیامت کے دن خصوصی طور سے پوچھا جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: "یعنی قیامت کے دن انسان کے قدم اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ باتوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے۔ عمر کن کاموں میں گنوائی؟ جوانی کی توانائی کہاں صرف کی؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ جو علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟ (ترمذی باب صفۃ القیامۃ)

اس حدیث مبارکہ میں چار سوال جوانی سے متعلّق ہیں۔ ایک عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس میں جوانی کا دور بھی شامل ہے۔ مال کمانے کا تعلّق بھی اسی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ حصول علم کا تعلّق بھی اسی عمر سے ہے۔ نوجوانی کی عمر صلاحیتوں کو پیدا کرنے اور اس میں نکھار پیدا کرنے کی ہوتی ہے۔ اسی عمر میں نوجوان علوم کے مختلف منازل طے کرتا ہے۔ یہی وہ عمر ہے جس میں نوجوان علمی تشنگی کو اچھی طرح سے بجھا سکتا ہے۔ اسی دور کے متعلّق علامہ اقبال نے ع 'شباب جس کا ہو بے داغ ضرب ہے کاری' فرمایا ہے۔ عمر کے اسی مرحلے میں نوجوان صحابہؓ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ یہی وہ عمر ہے جس میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے قیادت کی ذمہ داری سنبھالی۔ یہی وہ عمر ہے جس میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے بارگاہِ نبوت سے سیف اللہ کا لقب حاصل کیا۔ دورِ شباب ہی میں حضرت علیؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، اور چار عباد اللہ جن میں ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور ابن عمرو ابن العاصؓ نے اللہ کے رسولؐ سے

شانہ بشانہ عہد و پیمان باندھا۔ اسی عمر میں ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اور امام غزالی جیسے مجدد علوم کی گہرائیوں میں اترے، اسی دور شباب میں صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم نے اسلامی تاریخ کو اپنے کارناموں سے منور کیا۔ اسی عمر میں حسن البنا شہید نے مصر کی سرزمین کو جہاں فرعون کے انمٹ نقوش ابھی بھی بہر تلاطم کی طرح باقی ہیں دعوت الی اللہ کے لیے مسکن بنایا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے صحافت کا میدان نوجوانی ہی میں اختیار کیا اور سید مودودی نے ۲۳ سال کی عمر میں ہی الجہاد فی الاسلام جیسی معرکہ آرا کتاب لکھ کر تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جن کا اس وقت نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان بھی شکار تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے اسی عمر کو غنیمت سمجھنے کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے معرکے اور کارنامے اسی عمر میں انجام دیے جاسکتے ہیں۔ حضرت عمر بن میمونؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: ایک جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، خوش حالی کو ناداری سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔ (ترمذی)

نوجوانوں کو درپیش مسائل

ذیل میں ہم ان چند اہم مسائل کا تذکرہ کریں گے جن کا سامنا ہر مسلم نوجوان کر رہا ہے۔

مقصد زندگی اور اسلام

ڈاکٹر ابراہیم ناجی نے اپنے کتاب Have you Discovered its Real Beauty میں ایک واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے ناروے کے ایک ہوٹل میں کرس نام کے ایک شخص سے پوچھا کہ آپ کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ انھوں نے حیران ہوکر جواب دیا کہ مجھ سے آج تک کسی نے بھی اس طرح کا سوال نہیں کیا اور اس کے بعد اپنی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے اور زندگی کا کوئی مقصد بھی ہوتا ہے کیا؟۔

عصرِ جدید میں جب نوجوانوں سے پوچھا جاتا ہے کہ زندگی کا مقصد کیا ہے تو ان کا بھی جواب کرس کی طرح ہی ہوتا ہے۔ مقصدِ زندگی کے تعلّق سے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں Eat, Drink and be Happy 'یعنی خوب عیش کر لے کیونکہ عالم دوبارہ نہیں ہے' جیسے فرسودہ اور

پُرفریب نعروں پر نہ صرف یقین کرتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔ اسلام کا مقصد زندگی کے حوالے سے واضح موقف ہے۔ زندگی کی غرض و غایت کے متعلق قرآن وحدیث میں جگہ جگہ تذکرہ ملتا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ انسان کو یہ ہدایت دی گئی کہ: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ البقرہ۲:۳۰) ، تو دوسری جگہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ٥ (میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ الذاریات ۵۱:۵۶) کہہ کر اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں زندگی کا مقصد ومدعا بیان کیا ہے۔ ایک جگہ اگر حُسنِ عمل کو مقصد زندگی قرار دیا ہے: الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ الملک ۶۷:۲)، تو دوسری جگہ مقصد اور کامیاب زندگی کو تزکیۂ نفس پر موقوف ٹھیرایا گیا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی٥ (فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی۔ الاعلیٰ ۸۷:۱۴)۔ زندگی کی غرض غایت کے متعلق احادیث سے بھی خوب رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے: ''دنیا بہت مٹھاس والی اور سرسبز وشاداب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمھیں خلافت کا منصب عطا کیا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو'' (مسلم، کتاب الذکر)۔ اللہ کے رسولؐ نے یہ بھی فرمایا: ''عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کیا''۔ (ترمذی)

وحی الٰہی سے دُوری اور نوجوان

اس وقت امت کے نوجوانوں میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ الٰہی تعلیمات سے نابلد اور دوری اختیار کیے ہوئے ہیں۔ نوجوان طبقہ عموماً قرآن مجید کو ایک رسمی اور مذہبی کتاب سمجھتا ہے۔ اس کتاب کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر تعلّق قائم بھی کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ تلاوت ہی تک محدود رہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب زمانہ حال کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیّت اور صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کتاب انقلاب ہے۔ یہ عصر حاضر کے چیلنجوں کا نہ صرف مقابلہ کرنے کی اہلیّت رکھتی ہے بلکہ تمام مسائل کا حل بھی فراہم کرتی ہے۔ قرآن جہاں انسان کو آفاق کی سیر کراتا ہے وہیں یہ ہمیں انفس کی ماہیت وحقیقت سے بھی روشناس

کراتا ہے۔ جہاں عبادت کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے وہیں سیاسی معاملات کے لیے بھی رہنما اصول بیان کرتا ہے۔ جہاں اخلاقی تعلیمات کے بارے میں ہدایات دیتا ہے وہیں یہ اقتصادی نظام کے لیے بھی ٹھوس بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ یہ جہاں حلال وحرام کے درمیان تمیز سکھاتا ہے وہیں یہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کرتا ہے۔نوجوان اس کتاب انقلاب کے بغیر حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔لہٰذا اسی کتاب کو کامیابی اور نجات کا واحد ذریعہ سمجھنا چاہیے۔

کیرئیر ازم اور نوجوان

عصرِ حاضر میں تعلیم کا مقصد صرف اور صرف پیشہ (profession) مقام (placement) اور پیسہ وسرمایہ بٹورنا رہ گیا ہے۔ ہر نوجوان انھی تین چیزوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔آج سائنس ٹکنالوجی اور دوسری طرف علمی انفجار کا دور مسابقت اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دھن نے ایسا ماحول قائم کر رکھا ہے کہ ہر نوجوان دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف دیکھنے کی زحمت تک گوارا نہیں کرتا اور ہر ایک کیرئیر کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے۔وہ سماج میں رہنے والے دوسرے افراد سے ہی کیا وہ تو اپنے بغل میں رہنے والے ہمسایے سے بھی بے گانہ ہے کیونکہ وہ اس خودساختہ اصول پر عمل کرتا ہے کہ مجھے اپنے علاوہ کسی اور سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ وہ اپنے علاوہ کسی اور کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ چاند پر کمندیں ڈالنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتا ہے لیکن اپنے مقصد وجود سے ناآشنا ہے۔وہ قابل ذکر اسناد کا حامل تو ہوتا ہے لیکن اس کے اندر دوسروں کے لیے حمایت اور ہمدردی کا جذبہ نہیں ہوتا۔ اس کے پاس وافر مقدار میں معلومات ہوتی ہیں لیکن علم حق سے محروم رہ کر زندگی اس گدھے کی طرح گزارتا ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے لیکن بیچارے گدھے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی پیٹھ پر کس قسم کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔

اسلام کیرئیر اور مستقبل کو خوب سے خوب تر بنانے اور نکھارنے سے منع نہیں کرتا ہے۔ اسلام تو قاعدے اور سلیقے کے ساتھ منظم اور اچھے طریقے سے کیرئیر بنانے پر زور دیتا ہے۔اور اس بات کی بھی تلقین کرتا ہے کہ حُسنِ عمل (excellence) کسی بھی لمحے آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جائے، البتہ اسلام جس چیز سے منع کرتا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں سے منہ پھیر کر زندگی گزارے۔

اندھی کیریئر پرستی ایک نوجوان کو سماج سے الگ تھلگ کر دیتی ہے۔اس سے قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ منع کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے حضرت لقمان کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (لقمان ۳۱:۱۸) ''اور تم لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو''۔صعر اصل میں ایک بیماری کا نام ہے جو عرب میں اُونٹوں کی گردنوں میں پائی جاتی ہے۔یہ بیماری جب اونٹ کو لگ جاتی ہے تو وہ اپنی گردن کو دائیں بائیں گھما نہیں سکتا۔بالکل اسی طرح کیریئر پرستی کے شکار نوجوانوں کا رویہ ہوتا ہے۔لہٰذا اس کیریئر پرستی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

عصری مسائل اور نوجوان

آج امت کا نوجوان بے شمار مسائل اور الجھنوں میں گھرا ہوا ہے۔ایک طرف غیر متوازن نظام تعلیم کے مسائل کا سامنا کر رہا ہے تو دوسری طرف اقتصادی مسائل سے دوچار ہے۔ایک طرف اگر وقت پر نکاح نہ ہونے کے مسائل ہیں تو دوسری طرف بے روزگاری کے مسائل نے پریشانیوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔اسی طرح ناقص تعلیم و تربیت، حیاسوز مغربی فکر و تہذیب کے پیدا کردہ مسائل علاوہ ازیں نت نئے افکار کے پیدا کردہ مسائل اور الجھنوں کا انبار لگا ہوا ہے جن سے اُمت کا یہ اہم طبقہ دوچار ہے۔یہ واضح رہے کہ نوجوان طبقہ مسائل کا سامنا کرنے سے کتراتا بھی ہے۔کیونکہ ان کو اس سلسلے میں مطلوبہ رہنمائی نہیں مل رہی ہے تاکہ وہ ان مسائل سے باآسانی نبردآزما ہو سکے۔

اس سلسلے میں ماں باپ، علما اور دانش وروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مربیانہ کردار ادا کریں تاکہ نوجوان طبقہ مستقبل میں ملت اور سماج کی تعمیر اور اصلاح کے لیے مؤثر کردار ادا کر سکے۔اس حوالے سے اللہ کے رسولؐ کا وہ تربیتی منہج سامنے رکھنا چاہیے جس کی بدولت انھوں نے نوجوانوں کی ایک بہترین ٹیم تیار کی تھی۔جس نے بعد میں بڑے بڑے معرکہ سرانجام دیے۔ اللہ کے رسولؐ نوجوانوں کی ان کے رجحان اور طبیعت کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیت کر کے ذمہ داریاں سونپتے تھے۔

اللہ کے رسولؐ کا تربیتی منہج بڑا شان دار اور منفرد انداز کا ہے۔آپؐ ان کی کردار سازی پر بہت توجہ فرماتے تھے۔اور نہ صرف ان کے خارجی مسائل حل کرتے تھے بلکہ ان کے نفسیاتی مسائل

بھی حل کرتے تھے۔ ایک دن قریش کا ایک نوجوان رسولؐ اللہ کی خدمت میں آیا اور بلاخوف وتردد عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے۔ صحابہ کرامؓ اس نوجوان کی بے ہودہ جسارت پر بھڑ گئے اور اس کو سخت سے سخت سزا دینا چاہی مگر رسولؐ نے بالکل منفرد انداز اختیار کیا۔ آپؐ نے اس نوجوان کو قریب بلایا اور کہا: کیا تم یہ بات اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟ نوجوان نے کہا: میری جان آپؐ پر قربان ہو، یہ بات میں اپنی ماں کے لیے کبھی پسند نہیں کرسکتا۔ پھر آپؐ نے اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ کے بارے میں اس طرح کے سوالات کیے۔ بعد میں اس سے پوچھتے، کیا تم اسے ان کے لیے پسند کرتے ہو۔ وہ ہر بار یہی کہتا: میری جان آپؐ پر قربان ہو، خدا کی قسم! یہ بات میں ہرگز پسند نہیں کرسکتا۔ پھر آپؐ نے اس نوجوان کو اپنے قریب بلایا اور اس کے لیے اللہ سے دعا کی جس کے بعد وہ کبھی بھی اس بے ہودہ کام کی طرف مائل نہیں ہوا (مسند احمد)۔ اس واقعے سے ہم کو بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ نوجوانوں کے نفسیاتی مسائل کو کس طرح پیار سے سمجھانے اور حل کرنے کی ضرورت ہے۔

اخلاق باختگی اور نوجوان

آج فحاشی وعریانیت، ننگا ناچ اور حیا سوز ذرائع ابلاغ ہر گھر اور خاندان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ بے شمار رسائل وجرائد اور اخبارات بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں۔ انٹرنیٹ پر اَن گنت حیا سوز ویب سائٹس موجود ہیں جن تک ہر نوجوان کی رسائی باآسانی ہوجاتی ہے۔ گھر سے لے کر کالج تک اور کالج سے لے کر بازار تک بے حیائی پر مبنی ماحول کا سامنا ہے۔ ایسا معاشرہ اور فضا نوجوان کی جنسی خواہشات کو برانگیختہ کردیتی ہیں۔ بے حیائی اخلاق باختگی ایک ایسی وبا ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ اپنے اثرات دکھا رہی ہے جس کی بدولت آج نوجوانوں میں خوف تناؤ، ذہنی اور نفسیاتی پریشانیاں دن بدن بڑھتی جارہی ہیں۔ برائیوں، پریشانیوں بے حیائی اور فحاشی اور رذائل اخلاق دیمک کی طرح نوجوانوں کو کھائے جارہے ہیں۔ اطمینانِ قلب، تطہیر ذہن، حیا پسندی، پاک دامنی اور حُسن اخلاق سے نوجوانوں کو متصف کرنا وقت کا ایک تجدیدی کام ہوگا۔ بقول مولانا ابوالحسن علی ندویؒ: وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ امت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کی اساسیات اور اس کے نظام وحقائق اور رسالت محمدیؐ کا وہ اعتماد واپس لایا جائے جس کا رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے

چھوٹ چکا ہے۔ آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور اِن نفسیاتی اُلجھنوں کا علاج بہم پہنچایا جائے جس میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بُری طرح گرفتار ہے اور اس کی عقلیت اور علمی ذہن کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے۔(نیا طوفان اور اس کا مقابلہ، ص ۲۶)

اسلام نہ صرف برائیوں کو قابو میں کرنا چاہتا ہے بلکہ ان کا قلع قمع بھی کرتا ہے جن میں نوجوان طبقہ مبتلا ہے۔ اسلام نے برائیوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کی ہے۔ اب اگر برائیوں کو جاننے اور اس کے انجام بد سے باخبر ہونے کے باوجود اجتناب نہیں کریں گے تو اللہ کے رسولؐ کا یہ مبارک ارشاد ذہنوں میں مستحضر رکھنا چاہیے کہ ''لوگوں نے اگلی نبوت کی باتوں میں جو کچھ پایا اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تم کو شرم نہ رہے تو جو چاہے کرو''۔(بخاری، عن ابن مسعود)

اعتدال و توازن کا فقدان

اعتدال و توازن ہر کام میں مطلوب ہے۔ جس کام میں اس کا فقدان ہو وہ صحیح ڈگر پر زیادہ دیر اور دُور تک نہیں چل سکتا۔ جب اور جہاں بھی اعتدال اور توازن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو وہیں انتہاپسندی اور غلو، شدت پسندی اور تخریب کاری کا عمل شروع ہونا لازمی ہے۔ اعتدال پسندی و توازن کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت، سونے جاگنے، محنت و مشقت، مال کمانے، سیر و تفریح، حتیٰ کہ عبادات میں بھی مطلوب ہے۔ اسلام اعتدال و توازن کا دین ہے۔ یہ جہاں شدت پسندی سے روکتا ہے وہیں غلو کرنے سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن جگہ جگہ اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ اُمت مسلمہ کے حوالے سے قرآن کا موقف یہ ہے کہ یہ امت وسط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرہ ۲:۱۴۳)۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اُمت کے ہر فرد کو اعتدال و توازن پر قائم رہنے کی تاکید کی بلکہ پیغمبر اعظمؐ کو بھی اعتدال کی روش اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ (اعراف ۷:۲۹) ''اے محمدؐ! کہہ دیجیے کہ میرے رب نے اعتدال کی راہِ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے''۔ شدت پسندی، غلو اور افراط و تفریط سے اجتناب کر کے نوجوانوں کو اعتدال کی روش کو اپنانا چاہیے۔

تعلیم و تربیت کا فقدان

ایک اور مسئلہ جس کی وجہ سے نوجوان مختلف مسائل اور مشکلات میں گھرا ہوا ہے وہ ماں باپ کی ناقص تعلیم و تربیت ہے۔ جو نوجوان بھی ماں باپ کی تعلیم و تربیت سے محروم رہ جائے گا لازمی طور سے مسائل اور اُلجھنوں کا شکار ہوگا۔ ایک نوجوان کی اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی تعلیم و تربیت سے محروم رہے۔ اس کے ماں باپ تعلیم و تربیت اور اس کو صحیح رہنمائی کرنے میں کوتاہی یا بے اعتنائی برتیں۔ حقیقی معنوں میں یتیم اسی کو کہا جاتا ہے جیسے عربی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

لیس الیتیم من انتھی ابوہ من ھم الحیات و خلفاہ ذلیلا
ان الیتیم ھو الذی تلقی لہ اماتخلت او ابا مشغولا

(یتیم وہ نہیں ہے جس کے والدین فوت ہو چکے ہوں اور اس کو تنہا اور بے سہارا چھوڑ رہے ہوں۔ یتیم تو وہ ہے جس کی ماں نے اس سے بے اعتنائی برتی ہو اور باپ مصروفِ کار رہا ہو)۔

اسلام نے بچوں کی پرورش اور پرداخت کے ساتھ ساتھ ماں باپ پر یہ بھی ذمہ داری عائد کی ہے کہ ان کو تعلیم و تربیت اور اسلام کی اساسی تعلیمات سے روشناس کرا کے صحت مند معاشرے کے لیے بہترین اور کارآمد افراد تیار کریں۔ جہاں ماں باپ کو اس بات کے لیے مکلّف ٹھیرایا ہے کہ سات سال سے ہی بچوں کو نماز کی تلقین کریں وہیں ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا مناسب وقت پر نکاح کا اہتمام کریں کیونکہ یہ ان کے بچوں کی عزت و عصمت اور پاک دامنی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

ناقص نظامِ تعلیم

رائج نظامِ تعلیم برطانوی مفکر لارڈ میکاولے کے افکار و نظریات پر مبنی ہے۔ عصرِ حاضر میں تنگ نظری، مقامیت، مادیت، اخلاقی بے راہ روی اور عورت کا استحصال، نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے جرائم، نیز خودکشی کے گراف میں اضافہ، یہ سب ناقص نظامِ تعلیم کی دین ہے۔ نظامِ تعلیم میں ان خرابیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے اس کو صحیح رُخ دینے کی اشد ضرورت ہے تاکہ یہ فرد اور سماج دونوں کی اصل ضروریات کو پورا کرسکے۔

ہر قوم وملت کی تعمیر وترقی بامعنی اور اقدار پر مبنی نظام تعلیم پر منحصر ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ قوم یا ملت کا بہتر مستقبل نظام تعلیم پر ہی منحصر ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایک مشہور ماہر تعلیم سے پوچھا گیا آپ ملت کے مستقبل کے حوالے سے کیا کہنا چاہیں گے۔ تو ان کا جواب تھا: (مجھے اپنا نظامِ تعلیم دکھاؤ جو بتا سکتا ہے کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا)۔

رائج نظام تعلیم کے برعکس اسلام کا نظام تعلیم الٰہی ہدایات پر مبنی ہے جو کسی بھی کمی یا نقص سے پاک ہے۔ اس میں فرد کی تعمیر و تطہیر کے لیے جامع ہدایات موجود ہیں۔ یہ فرد کی شخصیت کو منور کرتا ہے۔ اس نظام تعلیم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ زندگی کے بنیادی اور اہم سوالات کے جوابات فراہم کرتا ہے، مثلاً میں کون ہوں؟ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مجھے پیدا کرنے والا کون ہے؟ اس نے مجھے دنیا میں کیوں بھیجا؟ اور وہ کیا کام لینا چاہتا ہے؟۔ خالق اور مخلوق کے درمیان اور پھر مخلوق اور مخلوق کے مابین کیا تعلقات ہیں؟

اسلامی تاریخ سے ناواقفیت اور نوجوان

اپنی تہذیب و تاریخ اور علمی ورثہ سے مانوس و باخبر رہنا اشد ضروری ہے۔ جو قوم اپنی تاریخ اور علمی ورثے سے غفلت برتتی ہے۔ تو وہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے یا مٹادی جاتی ہے۔ اپنی تاریخ سے ناآشنا ہوکر کوئی بھی قوم یا ملت بہتر مستقبل اور ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتی۔ اس وقت اُمت مسلمہ کی صورت حال یہ ہے کہ اس کا یہ اہم سرمایہ اپنی تاریخ سے بالکل نابلد ہے۔ ملت کے نوجوانوں کو اسلامی فتوحات کا کچھ علم نہیں۔ خلفاے راشدین کے کارناموں سے کوئی واقفیت نہیں۔ وہ رسولؐ کے جانباز ساتھیوں کی زندگیوں سے کوسوں دُور ہیں۔ ان کو پتا ہی نہیں کہ امام غزالی، ابن خلدون، ابن تیمیہ جیسی نامور شخصیات کون تھیں؟ انھیں اس بات کا علم ہی نہیں کہ سید قطبؒ، حسن البناؒ اور سید مودودیؒ نے کیا کیا خدمات انجام دیں۔ ملت کے اس طبقے کو اسلام کے سرمایۂ علم اور تاریخ سے جوڑنا وقت کی اہم ترین پکار ہے۔

گلوبلائزیشن کے اثرات اور نوجوان

عالم کاری (Globalization) کے ذریعے مغرب پوری دنیا میں آزاد تجارتی منڈی قائم

کر چکا ہے جس کے نتیجے میں سیکولرزم اور الحادی نظریات کی تخم ریزی ہو رہی ہے۔ عالم کاری ایک ایسا رجحان ہے کہ مغرب اس کے ذریعے دنیا کے ہر کونے میں آزاد معیشت اور تجارتی منڈی کو فروغ دے رہا ہے۔ گلیمر کی اس دنیا میں اہلِ مغرب اپنی تہذیب کے اثرات بھی تیزی کے ساتھ مرتب کر رہے ہیں۔ اس تہذیب کی ظاہری چمک دمک نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے حالانکہ یہ تہذیب اقبال کے الفاظ میں:

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ رُوح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

عالم کاری کے ذریعے سے مغرب جن چار چیزوں کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے لیے مصروف عمل ہے وہ یہ ہیں: تہذیب، ٹکنالوجی، معیشت، جمہوریت اور اس کے علاوہ سرمایہ داروں اور ایم این سیز (Multi National Companies) کو بھی خوب پذیرائی مل رہی ہے۔ ان سبھی اداروں نے سب سے زیادہ جس طبقے کو اپنی گرفت میں کر رکھا ہے وہ نوجوان طبقہ ہے۔

مسلم نوجوانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام عالم گیر نظام زندگی ہے، یہ خالق کائنات نے انسان کے لیے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا تعارف قرآن مجید میں رب العالمین سے اور اپنے رسولؐ کا تعارف رحمۃ للعالمین سے کراتا ہے، اور قرآن پاک کو ھُدًی لِّلنَّاسِ کہتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی تہذیب ایسی تہذیب ہے جس میں متبادل ہونے کی صفات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ بقول اقبال ؎

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے